حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب

دیباچہ

اللہ تعالیٰ سے لو لگانا اور پھر محبت کے ساتھ اس تعلق کی حفاظت کرنا ایک بہت ہی نازک کام ہے۔ لیکن بعض وجود ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی محبت میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ دنیا اور اس کے سب سامانوں سے بے پرواہ ہو کر اسی کی ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اور پھر اس فنا کے بعد ہمیشہ کی زندگی پا جاتے ہیں۔ زیرِ نظر واقعات بھی ایک ایسے ہی وجود کے ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کو دعوت عمل دیتے ہیں کہ ہمیں بھی دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ راہوں پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! آپ کے ہاتھ میں ایک ایسے عظیم بزرگ کے بارے میں لکھی گئی کتاب ہے جو بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بہت سچے، نہایت پکے نمازی اور علم دوست تھے۔ اپنی جوانی کی ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مسیح کی بستی کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب دوستوں میں سے تھے۔ خلافت احمدیہ سے محبت تو گویا آپ کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی تھی۔ خود بھی بے مثال خدمت کی اور ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو!

خاندانی تعارف اور آپ کی پیدائش

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ مورخہ 10ر ستمبر 1873ء (رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 101) میں ضلع مظفر آباد کشمیر کے ایک گاؤں گھنڈی میں پیدا ہوئے۔

آپ کا خاندان عظیم صوفی بزرگ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہے جو کشمیر کے علاقے میں آباد ہوا اور یہیں آپ کی خاندانی جائیداد تھی۔ آپ کے والد کا نام سید محمد حسن شاہ صاحب اور دادا سید زین العابدین صاحب تھے جن کے ایک بھائی شاہ محمد غوث صاحب تھے جو ایک ولی اللہ بزرگ تھے۔ ان کا مزار لاہور میں ہے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 5 تا 12)

ابتدائی تعلیم

ساڑھے چار سال کی عمر میں آپ کی با قاعدہ پڑھائی کا آغاز ہوا اور مروّجہ طریق کے مطابق بغدادی قاعدہ شروع کیا۔ اس کے بعد آپ نے صرف دس ماہ میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔

بچپن سے ہی آپ کی طبیعت اس قدر حساس تھی کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے استاد کو کہہ رکھا تھا کہ میرے اس بچہ کو آپ بالکل نہ ماریں۔ میرے دوسرے بچوں کو آپ مارتے بھی ہیں پھر بھی وہ پڑھتے ہیں مگر یہ نہیں پڑھے گا۔ اس کے باوجود آپ کے استاد صاحب نے ایک دن غصہ میں آپ کی پیٹھ پر تسبیح ماردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ بالکل خاموش ہی ہوگئے اور مسلسل تین دن تک یہی کیفیت رہی ۔ بالآخر استاد آپ کو والد کے پاس لے گئے انہوں نے کہا کہ آپ نے ضرور بچہ کو مارا ہوگا۔ استاد صاحب نے واقعہ سنایا کہ مارا تو نہیں صرف تنبیہ کے طور پر ایک تسبیح ماری تھی۔ والد صاحب نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اسے مت ماریں۔ آئندہ کے لئے آپ طے کرلیں کہ جب یہ سبق یاد کرلے تو اِسے چھٹی دے دیا کریں۔ خواہ چھٹی کا وقت ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 13)

بچپن میں آپ کی زبان میں لکنت تھی اور پھر اس خیال سے بھی کہ بڑے دو بیٹے پڑھتے ہیں اگر چھوٹے بیٹے کو تعلیم دلادی تو زمینداری کا کام کون سنبھالے گا۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو پڑھائی سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ذہنی استعداد عطا کی ہوئی تھی کہ ان کے بھائیوں کو تو بار بار سبق دہرانے سے بھی یاد نہ ہوتا تھا مگر آپ کو ایک بار دُہرانے سے ہی یاد ہوجاتا۔ بعض اوقات آپ کا بھائی آپ کو کوئی چیز دے کر پاس بیٹھنے پر آمادہ کرلیتا تاکہ آپ سبق یاد کرلیں اور بعد میں آپ سے سبق دہرالیتا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 13)

انہی دنوں کا ایک واقعہ ایسا ہے جس سے آپ کی ذہانت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابھی آپ نے لکھنا نہ سیکھا تھا کہ آپ کے والد صاحب ایک دفعہ ہزارہ گئے اور ان کی غیر حاضری میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس کی اطلاع حضرت سید سرور شاہ صاحب اپنے والد صاحب کو دینا ضروری سمجھتے تھے لیکن آپ یہ بھی پسند نہ کرتے تھے کہ اس کے بارہ میں کسی اور کو معلوم ہو۔ اُس زمانے میں فارسی میں خطوط لکھنے کا رواج تھا اور آپ کو اس قدر فارسی آتی تھی کہ اپنا مافی الضمیر ادا کرسکیں ۔ چنانچہ آپ نے فارسی کی ایک کتاب ’’گلستان‘‘ اپنے سامنے کھول کر رکھ لی اور جو لفظ لکھنا ہوتا اس میں سے تلاش کر کے اس جیسی شکل کاغذ پر بنا لیتے ۔ اس طرح آپ نے خط مکمل کرکے نوکر کے ہاتھ والد صاحب کو بھیج دیا۔

والد صاحب اسے دیکھ کر حیران ہوگئے اور آپ کے بھائیوں کو سرزنش کی کہ تمہیں استاد اور میں بھی باقاعدہ پڑھاتا ہوں مگر تمہیں ابھی تک لکھنا نہیں آیا لیکن جسے کوئی نہیں پڑھاتا اس نے ایسا عمدہ خط لکھا ہے۔

عزیز ساتھیو! پھر ایک اور ایسا واقعہ ہوا۔ جس کی بناء پر آپ کے والد صاحب کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ آپ کو ضرور تعلیم دلوائی جائے ۔

ہوا کچھ یوں کہ حضرت سید سرور شاہ صاحب کے والد صاحب آپ کے بڑے بھائی سے مغرب کے بعد سبق سنا کرتے تھے۔ ایک روز وہ سبق سناتے ہوئے ایک جگہ اٹک گئے ۔ والد صاحب نے پھر شروع سے سنانے کو کہا لیکن پھر بھی وہ اسی جگہ اٹک گئے ۔ پھر والد صاحب کے کہنے پر تیسری بار شروع سے سناتے ہوئے اسی جگہ پہنچے تو حضرت سید سرور شاہ صاحب کے منہ سے بے ساختہ وہ لفظ نکل گیا کیونکہ آپ کو یقین تھا

کہ اگر اس بار بھی بھائی اٹک گئے تو والد صاحب سے مار پڑے گی ۔ اس پر والد صاحب کو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ تمہیں کس طرح آ گیا ۔ آپ نے کہا کہ مجھے سبق ایک دفعہ سننے سے یاد ہو جاتا ہے اور جب آپ پڑھاتے ہیں تو میں پاس بیٹھ کر سن لیتا ہوں ۔ اس پر آپ کے والد صاحب نے آپ کو سبق سنانے کو کہا جو آپ نے سنا دیا ۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 14)

بچو! دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت سید سرور شاہ صاحب کو کیسی ذہانت عطا فرمائی ہوئی تھی کہ صرف ایک دفعہ سبق دہرانے سے آپ کو سبق یاد ہو جایا کرتا تھا۔ یہ وہ اوامر تھے جن کی وجہ سے آپ کے والد صاحب نے بھی آپ کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح آپ کی عمر ابھی صرف تیرہ برس کی تھی کہ آپ نے حصول تعلیم کے لئے اپنے گھر کو خیر باد کہہ دیا اور بہت مشکلات اور تکالیف برداشت کیں مگر علم کے حصول کے لئے آپ نے کسی مشکل کو آڑے نہ آنے دیا۔ حتیٰ کہ ایک بار آپ نے قسم کھا کر کہا کہ میں گرمی یا کسی اور تکلیف کی وجہ سے اُس جگہ کو جہاں میرا سبق اچھا ہوتا ہے ہرگز نہیں چھوڑوں گا تا وقتیکہ میرے سبق میں کوئی حرج واقعہ ہونے لگے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 21)

چنانچہ علم کے حصول کی خاطر آپ نے مشکل ترین سفر اختیار کئے اور شدید دھوپ میں دو دو میل تک پیدل بھی چلنا پڑا مگر آپ اپنے استاد کے پاس جاتے اور سبق لیتے ۔ آپ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ علم اور تقویٰ کے لحاظ سے بہتر سے بہتر استاد کی تلاش کی جائے ۔ اس کے لئے آپ کو بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ پشاور ، ہزارہ ، لاہور ، سہارنپور اور دیو بند وغیرہ کے سفر اختیار کئے ۔ راتوں کو بیوت میں رہے ، بھوک

پیاس برداشت کی ۔ مگر بہتر سے بہتر علم کی تلاش میں سرگرم رہے ۔ آپ نے قرآن مجید ، حدیث اور طب کے ساتھ ساتھ دوسرے مروّجہ علوم بھی حاصل کئے ۔

ملازمت

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب تعلیم سے فارغ ہو کر دو سال مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں پڑھاتے رہے ۔ (رفقائے احمد جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 16)

آپ طلباء کے پسندیدہ استاد تھے اور آپ نے طلباء کو اجازت دے رکھی تھی کہ انہیں جب بھی اور جس وقت بھی کوئی بھی علمی مسئلہ درپیش ہو وہ بلا جھجک آپ سے پوچھ سکتے تھے ۔ پھر آپ ایبٹ آباد میں ایک انجمن کے ملازم ہو گئے اور قرآن مجید کی تفسیر پڑھانے لگے جہاں سے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کی وجہ سے برخاست کر دیا گیا ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ملازمت کے سامان کر دیئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کے طفیل آپ کو مشن کالج پشاور میں پڑھانے کی ملازمت مل گئی جہاں آپ بیعت کے بعد اڑھائی سال تک پڑھاتے رہے ۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی سے ملاقات

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کے والد سید محمد حسن شاہ صاحب حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی (خلیفۃ المسیح الاوّل) کے عقیدت مند تھے اور آپ نے سید محمد سرور شاہ صاحب کو تاکید کر رکھی تھی کہ جب بھی حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب لاہور تشریف لائیں تو ان سے ضرور ملا کرو ۔ چنانچہ ایک دفعہ لاہور میں زمانہ

طالب علمی کے دوران جب اطلاع ملی کہ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب ایک جلسہ میں تقریر کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں تو آپ ان کی تقریر سننے کے لئے گئے۔ یہ تقریر چار گھنٹے تک جاری رہی۔ تقریر کے بعد حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے لوگوں سے مصافحہ کیا۔ مصافحہ کرتے ہوئے جب حضرت سید سرور شاہ صاحب تک پہنچے تو آپ نے حضرت شاہ صاحب کو بغل گیر کرتے ہوئے زمین سے اٹھا لیا اور اپنے واقفوں سے کہا کہ یہ میرے دوست بلکہ عاشق کا بیٹا ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب آپ کو جانتے ہیں۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 42)

احمدیت سے تعارف

طالب علمی کے زمانہ میں لاہور میں قیام کے دوران آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا تو آپ کے دل میں احمدیت کے متعلق جاننے کی جستجو پیدا ہوئی اور آپ نے جاننا چاہا کہ احمدیت کیا چیز ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں یا نہیں؟ لیکن مخالفین کی شدید مخالفت کی وجہ سے آپ کو احمدیت کی صحیح تعلیم سے آگاہی نہ ہوئی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب لاہور تشریف لائے تو آپ نے ملاقات کی بہت کوشش کی مگر نہ تو مخالفین آپ کے قیام کا پتہ معلوم ہونے دیتے تھے اور نہ ہی احمدی احتیاط کی وجہ سے آپ کے بارے میں معلومات دیتے تھے۔ اس لئے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔

آپ کے دل میں چونکہ احمدیت کے بارے میں جاننے کی جستجو تھی اس لئے آپ دعا سے کام لیتے رہے۔ 1892ء میں جب حضورؑ دیوبند جاتے ہوئے لدھیانہ ٹھہرے تو اس دوران آپ کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر تین گھنٹے تک صحبت سے مستفید ہونے کی سعادت ملی۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 48)

بیعت

بچو! جب کوئی شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا ہوا سچائی کا طلبگار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ بلکہ مختلف ذرائع سے اس کی سچائی کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب بھی تہجد میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی بابت دعاؤں میں لگے رہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ مختلف خوابوں کے ذریعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے بارے میں آگاہ کیا۔ مگر چونکہ خوابوں میں ایک رنگ اخفاء کا ہوتا ہے اس لئے آپ حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔ مگر پانچواں خواب فیصلہ کن ثابت ہوا۔ جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ (بیت الذکر) کے برآمدہ میں قبلہ رو بیٹھے ہوئے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور بات کرنے کیلئے تلاوت ختم ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کے دل میں کبھی خیال آتا ہے کہ ایک آدمی کے واسطے میں قرآن مجید کی تلاوت کیوں بند کر دوں پھر خیال آتا ہے کہ ایک شریف آدمی انتظار میں کھڑا ہے اور میں اس کی پرواہ نہ کروں اور تلاوت میں

مشغول رہوں ۔ یہی خیال غالب آیا اور قرآن مجید بند کر کے کھڑے ہو گئے اور آپ کے سلام کرنے سے قبل حضور نے السلام علیکم کہا اور آپ نے وعلیکم السلام کہا۔حضور نے ہاتھ بڑھایا اور آپ نے مصافحہ کیا۔حضور نے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہا کہ اب تو وقت نزدیک آ گیا ہے اب تو تم میری مخالفت چھوڑ دو۔آپ کی طبیعت میں تردد پیدا ہوا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں خلاف نہیں کرتا تو یہی جھوٹ ہوگا اور اگر میں کہتا ہوں کہ خلاف کرتا ہوں تو شرافت کے خلاف ہے کہ ایک معزز شخص کے منہ پر ہی ایسی بات کہوں ۔فوراً خیال آیا کہ گزشتہ کو جانے دو اور یہ جواب دو کہ میں آئندہ خلاف نہیں کروں گا۔اور آپ نے یہی جواب دیا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 53)

اس خواب کی ملاقات کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ وہی باتیں جن میں پہلے آپ کا خیال مخالفت کی طرف جایا کرتا تھا، اب آپ کو ایسا لگتا جیسے کوئی پکڑ کر حضور علیہ السلام کی باتوں کیطرف لے جاتا ہے اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہونے لگا۔

پھر وفات مسیح کے متعلق آیات پر غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس بارے میں جو حضور بیان کرتے ہیں وہی حق ہے۔اس کے علاوہ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب خصوصاً ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ مطالعہ کی ہوئی تھی جس کی وجہ سے آپ احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔

چنانچہ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھنے کا تہیہ کر لیا اور اس کا اظہار آپ نے ایبٹ آباد کے ایک احمدی دوست بابو غلام محی الدین سے کیا۔انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ سرِ دست آپ بیعت نہ کریں کیونکہ اس

علاقے کے لوگ ابھی تک احمدیت سے بکلی نا آشنا ہیں اور آپ نے بیعت کر لی تو یہ لوگ آپ سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے بلکہ مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن اگر اسی حالت میں رہ کر آپ انہیں سمجھاتے رہیں گے تو سب نہیں تو اکثر آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ (رفقائے احمد جلد نمبر حصہ اول صفحہ 56)

مگر حضرت شاہ صاحب کی طبیعت اس بات کو پسند نہ کرتی تھی اور تاخیر برداشت سے باہر تھی۔آخر آپ نے مناسب سمجھا کہ اس بارہ میں حضور سے مشورہ لیں چنانچہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا کہ یہ امر یقینی ہے کہ میرے اعلان احمدیت پر یہ لوگ میرے مخالف ہو جائیں گے اور اس ملازمت سے برخاست کر دیں گے۔برخواستگی مجھے ناپسند ہے۔میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے استعفیٰ دوں پھر اعلان کروں۔احمدی احباب مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ میں دو تین ماہ تک اسی حالت میں رہوں اور اس کے بعد بیعت کروں لیکن میں چاہتا ہوں کہ حق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے اور میں بیعت کر لوں۔

اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا آپ کو جواب ملا کہ احمدی احباب کا مذکورہ مشورہ صحیح نہیں کیونکہ اپنے نفس کا حق اپنے اوپر دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے اپنی اصلاح دوسروں کی اصلاح سے مقدم ہوتی ہے پس آپ فوراً بیعت کا اعلان کر دیں اور استعفیٰ کے متعلق خیال صحیح نہیں۔شریعت کا حکم ہے اَلْاِقَامَةُ فِیْ مَا اَقَامَ اللّٰہُ (یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کسی جگہ پر قائم رکھے اس وقت تک انسان کو وہیں قائم رہنا چاہئے ۔ناقل)۔اور اگر کوئی اس کے خلاف کرتا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے گزارہ کو خود چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میں نے دیا تھا وہ تم نے چھوڑ دیا اب تم

خود اپنے لئے کچھ کرو اور انسان ابتلاء میں پڑ جاتا ہے لیکن اگر خدا خود چھڑا دیتا ہے تو پھر وہ خود کفیل ہوتا ہے اور اس کے لئے کوئی صورت نکال دیتا ہے پس آپ استعفیٰ مت دیں جب وہ نکال دیں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور انتظام کر دے گا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر حصہ اول صفحہ 57-56)

بیعت کا اعلان

اوائل مارچ 1887ء کی بات ہے کہ ایک دن حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب ظہر کی نماز پڑھا کر ابھی بیٹھے دعائیں ہی پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ بالا خط آپ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ جب آپ نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا تو اس کے پہلے الفاظ یہ تھے کہ آپ فوراً بیعت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے اتنا حصہ پڑھ کر اگلا حصہ پڑھے بغیر اعلان کر دیا کہ میری بیعت کی قبولیت کا خط قادیان سے آ گیا ہے اور آج سے میں احمدی ہو گیا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں نے میری امامت میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں ان میں سے زیادہ قابل قدر اور لائق قبولیت وہ ہیں جو میرے احمدی ہونے کے بعد آپ نے میرے پیچھے پڑھی ہیں لیکن اگر تعصب کی وجہ سے کسی کو نماز دہرانے کا شوق ہو تو وہ اپنی نماز دہرا سکتا ہے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 57)

بیعت کے نتیجہ میں مخالفت

اِدھر آپ نے بیعت کا اعلان کیا اُدھر ایبٹ آباد شہر میں ایک شور برپا ہو گیا اور اس انجمن نے جس کے آپ ملازم تھے آپ کو برخاست کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بچو! جو اللہ تعالیٰ کی خاطر تکالیف اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل بن جاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اس کے گزارے کے سامان کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب بیعت کرنے کے نتیجہ میں آپ کو برخاست کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے پشاور میں آپ کی ملازمت کے سامان کر دیئے اور آپ مشن کالج پشاور میں پڑھانے لگے۔

قادیان آمد

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب قادیان مستقل ہجرت کر آنے سے قبل تین بار قادیان آئے۔ پہلی بار 1898ء کی موسم گرما کی تعطیلات میں قادیان آئے (رفقائے احمد جلد 5 صفحہ 188) اور مہمان خانہ میں قیام کیا۔ اور جب بیت مبارک میں آپ نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کا شرف ملا۔ حضور کے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ آپ پشاور سے آئے ہیں۔ پھر حضور نے دریافت فرمایا آپ مولوی سرور شاہ ہیں تو آپ نے تصدیق کی۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 62)

اس ملاقات سے قبل آپ کا غائبانہ تعارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایک اشتہار کے ذریعہ ہو چکا تھا جو پیر مہر علی صاحب گولڑوی کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئے گئے سوالات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ یہ جوابات حضرت شاہ صاحب نے ایک اشتہار کی صورت میں شائع کروائے تھے اور ایک اشتہار آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان بھجوایا تھا۔ ان جوابات کو حضور نے پسند فرمایا تھا جس کا اظہار آپ نے حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(خلیفۃ المسیح الاوّل) کے سامنے حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے دوسرے دن کیا۔حضور نے فرمایا کہ جب ان کا اشتہار پہنچا تو میں نے معمولی اشتہار سمجھ کر ایک دو سطریں دیکھ کر رکھ دیا۔دوپہر کو جب لیٹا تو پاس کوئی کتاب نہ تھی یہ اشتہار تھا اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔ابھی چند سطریں ہی پڑھی تھیں تو مجھے علم کی بُو آئی اور پھر سارا پڑھا۔انہوں نے ایسی گرفت کی ہے کہ پیر صاحب ہرگز اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 62)

1899ء میں آپ دوسری بار قادیان آئے اور ایک ماہ قیام کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 188)

1900ء کی موسم گرما کی تعطیلات میں آپ تیسری بار قادیان آئے۔(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 188)اس بار آپ کا قادیان میں تین ماہ ٹھہرنے کا ارادہ تھا لیکن ابھی تین دن ہی گزر رہے تھے کہ آپ کے دوسرے ساتھیوں نے واپس جانے پر اصرار کیا جسے دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرمائی مگر حضرت شاہ صاحب بعض امور کی انجام دہی کے لئے رُک گئے۔اسی دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو خاص طور پر بلوایا اور اپنے ساتھ چار پائی پر بٹھا لیا۔پھر آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ جوان اچھا تندرست آدمی ہوتا ہے اور اس کے مرنے کا خیال تک بھی نہیں ہوتا اور پھر یکدم سنتے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا......اس لئے انسان کو جو کچھ حاصل کرنا چاہیے اسے مقدم رکھنا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم لوگ جو خدا کی طرف سے آتے ہیں (اس وقت حضور علیہ السلام کا چہرہ نہایت پُر جلال نظر آتا تھا) ہمیں ایک فراست دی جاتی ہے اس فراست کے ساتھ ہم جان لیتے ہیں کہ اس شخص میں رشد اور سعادت کا مادہ ہے مگر لوگوں کو ایک غلطی لگی ہوئی ہے وہ یوں سمجھتے ہیں کہ ولایت ایک ایسی چیز ہے جو ولیوں کی جیب میں ہے یا ان کے رومال کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور جس شخص پر وہ خوش ہوں اس شخص کو جیب سے نکال کر یا رومال سے کھول کر دے دیتے ہیں۔مگر یہ غلط ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ملتی انہی لوگوں سے ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں مگر ان سے ملنے کا یہ طریق نہیں کہ وہ جب چاہیں دے دیں بلکہ جس طرح پرنالہ کے ذریعہ بارش کا پانی ملتا ہے اسی طرح ولایت بھی انہی کے ذریعہ ملتی ہے مگر اس کا طریق یہ ہے کہ ان لوگوں پر فیضان کے خاص وقت آتے ہیں۔ان اوقات میں جو رشد اور سعادت والے لوگ ہوتے ہیں اپنی استعداد کے مطابق اس فیضان سے حصہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔اس طرح فیضان کے مختلف وقتوں میں حسب استعداد وہ اس قدر فیضان حاصل کر لیتے ہیں کہ جسے ولایت کہتے ہیں۔اس کے بعد فرمایا کہ اس خداداد فراست کے ساتھ ہم لوگ جس میں رشد و سعادت کو دیکھ لیتے ہیں اگر وہ شخص فیضان کے نزول کے وقت موجود نہیں ہوتا تو ہمیں کچھ رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ فلاں شخص موجود نہ تھا اگر ہوتا تو وہ بھی فائدہ اٹھا لیتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ خدا نے مجھے جو فراست دی ہے اس کے ساتھ میں آپ میں وہ رشد اور سعادت دیکھتا ہوں اس لئے میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کم از کم آٹھ نو مہینے میرے پاس رہیں۔اس پر حضرت شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور گو میرے ساتھی

چلے گئے ہیں مگر میں رہنے کے واسطے تیار ہوں۔ اگر حضور اجازت دیں تو میں ہمیشہ کے واسطے حضور کی خدمت میں رہنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اس وقت آپ کا رہنا مناسب نہیں کیونکہ آپ پادریوں کے پاس ملازم ہیں اور وہ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ آپ ہمارے پاس رہ گئے ہیں تو وہ آپ پر کوئی مقدمہ بنا دیں گے اس لئے سر دست آپ چلے جائیں اور پھر آٹھ نو ماہ کی رخصت لے کر آجائیں۔ اس پر آپ رخصت ہوئے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اوّل صفحہ 66-65)

مستقل قادیان ہجرت

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب 1901ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے مستقل قادیان آ گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے قادیان کے ہو کر رہ گئے۔ ماسوائے چھ ماہ کے لئے جن میں آپ حضور علیہ السلام کی اجازت سے عائلی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنے آبائی علاقے کشمیر گئے تھے۔

آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر مختلف جماعتی خدمات کرنے کا موقع ملتا رہا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ادوار میں آپ کو اعلیٰ جماعتی عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملتی رہی۔ آپ قرآن کریم اور حدیث کے مختلف علوم میں دسترس رکھتے تھے جن کا فیض آپ دروس کے ذریعہ احباب جماعت تک پہنچاتے رہے۔ مختلف مضامین اور کتب کی تصنیف کے ذریعہ آپ نے احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

زندگی وقف کرنا

گو کہ حضرت شاہ صاحب کا قادیان مستقل ہجرت کر جانا ہی زندگی وقف کر دینا تھا مگر پھر بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 1907ء میں جب وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو آپ نے اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق دی کہ آپ کا شمار اولین واقفین زندگی میں ہوا۔ آپ کا وقف قبول فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی درخواست پر تحریر فرمایا:

”آپ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں“

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 117-116)

آپ نے عمر بھر نہایت اخلاص اور محبت کے ساتھ اس وقف زندگی کے عہد کو نبھایا اور دینی خدمات میں دنیا سے لاتعلق ہو کر اپنی زندگی گزار دی۔

شادی اور اولاد

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی سید محمد اشرف صاحب سکنہ داتہ ضلع ہزارہ کی بیٹی سے ہوئی جو تپ دِق کے عارضہ کے سبب کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد انتقال کر گئیں اور بوقت وفات ان کی ایک بچی تھی جس کی عمر دس ماہ تھی۔ اس بچی کا عقد پہلے صاحبزادہ میاں عبدالحئی صاحب ابن حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول سے ہوا اور صاحبزادہ صاحب کی وفات کے بعد

سید محمود اللہ شاہ صاحب ابن حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب سے ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادہ محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کے داماد بنے۔ اس طرح سید محمد سرور شاہ صاحب کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ روحانی نسبت کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلق بھی قائم ہوگیا۔

آپ کی دوسری شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے مکرم جیون بٹ صاحب امرتسری کی بیٹی سے ہوئی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 39)

وفات

آپ کی صحت عمر کے آخری حصہ تک ٹھیک تھی اور بظاہر کوئی بیماری لاحق نہ تھی البتہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کو کمزوری اور ضعف ہونے لگا تھا۔ اس کمزوری اور نقاہت کے باوجود آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ کی مجالس عرفان میں شریک ہوتے رہے۔ ایک روز جب آپ مجلسِ عرفان میں تشریف فرما تھے تو آپ کو بے ہوشی ہوگئی اور آپ کو قادیان کے نور ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ چند روز ہسپتال میں علیل رہنے کے بعد مورخہ 3/جون 1947ء کو آپ انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 171)

حصہ دوم

خدماتِ سلسلہ

حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک عہد میں خدمات

اللہ تعالیٰ نے حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ انہیں وقت کے امام کی بابرکت صحبت سے نوازا۔ 1901ء میں قادیان مستقل آجانے کے بعد آپ ہر لحہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود سے فیضیاب ہوتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ کے علم اور تقویٰ کی وجہ سے آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ متعدد سفروں میں رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی اسی طرح آپ کو پاک صحبت میں رہ کر بعض نشانات دیکھنے کا بھی موقع ملا۔

1902ء میں حضرت سید سرور شاہ صاحب کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے جماعت کی طرف سے نمائندہ بنا کر مُدّ نامی گاؤں بھیجا۔ چنانچہ آپ اس مباحثہ میں کامیاب ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کو ''غضنفر'' یعنی غرّانے والا شیر

کے لقب سے نوازا۔اس مباحثہ کا تفصیلی ذکر حضور نے اپنی ایک کتاب ''اعجازِ احمدی'' میں فرمایا ہے۔

حضرت سید محمد سرور شاہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک عہد میں نمازیں اور جمعہ پڑھانے کا شرف ملتا رہا۔اس عظیم سعادت کا ذکر آپ یوں کرتے ہیں:

''حضور نے مجھے (بیت) اقصیٰ کا امام مقرر کیا تھا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد حضورؑ نے مجھے (بیت) مبارک میں نمازیں پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔اس لئے کہ کبھی مجھے بھی (بیت) مبارک میں نماز پڑھانی ہوتی تھی۔چنانچہ میں نے بیسیوں جمعے اور نمازیں (بیت) مبارک میں پڑھائیں کہ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتدی ہوتے تھے۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 67)

آپ کے خطبہ جمعہ اس قدر بلیغ ہوا کرتے تھے کہ حضورؑ بھی تعریف فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے ان کا ایک خاص واقعہ خوب یاد ہے۔ایک دفعہ انہوں نے (بیت) مبارک قادیان میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے اور حضورؑ نے گھر میں آکر حضرت (امّاں جان) سے فرمایا کہ آج مولوی سرور شاہ صاحب نے بہت اچھا خطبہ دیا۔یہ بات میرے کانوں نے سُنی اور مجھے اب تک یاد ہے۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 195)

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کو یہ بھی اعزاز حاصل رہا کہ حضرت حکیم مولانا

نورالدین صاحب بھیروی کی عدم موجودگی میں آپ بیت مبارک قادیان میں درس قرآن دیتے رہے اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں بھی قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا موقع ملا۔یہ تفسیر آپ ہی کی زیرادارت جولائی 1906ء سے شروع ہونے والے رسالے ''تعلیم الاسلام'' میں چھپتی رہی۔اس رسالہ کے بند ہو جانے کے بعد یہ تفسیر ریویو آف ریلیجنز اُردو میں شائع ہونے لگی۔یہ تفسیر ''تفسیر سروری'' کے نام سے مشہور ہے۔

مارچ 1908ء سے ایک سہ ماہی رسالہ ''تفسیر القرآن'' آپ ہی کی نگرانی میں آپ کی تفسیر کی خاطر جاری کیا گیا جس میں ستمبر 1912ء تک تفسیر شائع ہوتی رہی۔

رسالہ تشحیذ الاذہان جو 1906ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ) نے جاری فرمایا تھا اس میں آپ کے بہت قابلِ قدر مضامین شائع ہوتے رہے۔جنہیں غیر از جماعت احباب بھی سراہتے تھے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔خصوصی طور پر ''مسائل شرعیہ'' کے عنوان سے چھپنے والے مضامین نے پذیرائی حاصل کی۔ (رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اول صفحہ 113-112)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں آپ کو اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام میں قائمقام استاد مقرر کیا گیا جب مولوی مبارک علی صاحب دسمبر 1901ء میں ایک ماہ کی رخصت پر سیالکوٹ چلے گئے۔آپ کے علمی مقام کو دیکھتے ہوئے 1902ء میں آپ کا باقاعدہ تقرر استاد مدرسہ تعلیم الاسلام کے طور پر کر دیا گیا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 77)

1909ء میں جب مدرسہ احمدیہ کا آغاز ہوا تو اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب مقرر ہوئے۔پھر جب 1912ء میں اس درسگاہ کے طریقہ تعلیم

اور نصاب کی تیاری کا مرحلہ آیا تو حضرت شاہ صاحب بھی اس کمیٹی میں شامل تھے جس نے ہندوستان کے مختلف مدارس کا دورہ کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ کے قواعد وضوابط اور نصاب تیار کیا۔

خلافت ثانیہ کے دور میں مدرسہ احمدیہ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی اور 20 مئی 1928ء میں مدرسہ احمدیہ کو ترقی دے کر جب جامعہ احمدیہ کی شکل دی گئی تو اس کے پہلے پرنسپل حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب بنائے گئے اور 30اپریل1939ء تک خدمت پر مامور رہے۔ اس طرح جامعہ احمدیہ کی ابتدائی صورت سے لیکر آج جبکہ جامعہ احمدیہ ایک عظیم درسگاہ کے طور پر مسلّم ہے۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کی خدمات نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ (رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ اوّل صفحہ 77 تا 101)

خلافت اولیٰ وثانیہ کے ادوار میں خدماتِ سلسلہ

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کی خدمات کا سلسلہ قادیان ہجرت کر جانے سے لیکر وفات تک پھیلا ہوا ہے۔ اس تقریباً چالیس سالہ عرصہ میں آپ نے ایک وقت میں مختلف عہدوں پر رہ کر سلسلہ کی خدمت کی توفیق پائی تاہم تعلیم و تدریس کے ساتھ آپ آخری وقت تک باقاعدہ منسلک رہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام سے تدریس کا آغاز کر کے آپ مدرسہ احمدیہ میں بطور ہیڈ ماسٹر اور پھر جامعہ احمدیہ میں پرنسپل کے عہدہ پر فائز رہنے کے بعد 1939ء میں جب ریٹائر ہو گئے تو حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے آپ کو جامعۃ الواقفین کا پرنسپل مقرر فرما دیا جس کا مقصد گریجوایٹ اور دوسرے واقفین کو علوم دینیہ میں ٹریننگ دینا تھا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 2 صفحہ 102)

تعلیم و تدریس کے علاوہ آپ کی تمام خدمات اعزازی تھیں۔ آپ نے خلافت اولیٰ وثانیہ میں جو خدمات سرانجام دیں وہ سن وار مختصراً پیش ہیں:

☆1908ء تا1912ء: ایڈیٹر رسالہ ’’تفسیر القرآن‘‘

☆1909ء تا1915ء، 20-1919ء: رکن کمیٹی برائے تجویز نصاب مدرسہ احمدیہ

☆1912ء: رکن وفد جس نے استفادہ کیلئے ہندوستان کی درسگاہوں کا معائنہ و مطالعہ کیا۔

☆1915ء: رکن مجلس علماء جنہوں نے پارہ اول قرآن مجید کا ترجمہ مع تفسیر تیار کیا۔

☆1916ء: تقرر بطور افسر بہشتی مقبرہ

☆1917ء: رکن مجلس معتمدین وافسر تعمیر

☆1918ء: رکن مجلس معتمدین، افسر صیغہ تعمیر و بہشتی مقبرہ، قائمقام جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ، اولین ناظر تعلیم و تربیت بعدہٗ بطور قائمقام رہے، قائمقام افسر صیغہ مساکین، یتامیٰ وزکوٰۃ۔

اسی سال حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے آپ سمیت تین علماء افتاء کے لئے مقرر فرمائے۔ لیکن بعد ازاں آپ ہی وفات تک مفتی سلسلہ احمدیہ رہے۔

☆1919ء: رکن مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ، قائمقام جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ، سیکرٹری مجلس منتظمہ برائے جلسہ سالانہ 1919ء، افسر بیت المال۔

☆1920ء: رکن مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ، سیکرٹری مجلس منتظمہ برائے جلسہ سالانہ، قائمقام جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ، قائمقام افسر بہشتی مقبرہ،

قائمقام محاسب۔

☆1921ء: قائمقام جنرل سیکرٹری صدر انجمن، رکن وفد جس نے وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔

☆1922ء تا1947ء: رکن شوریٰ اور 16 بار مختلف کمیٹیوں کے رکن۔

☆1922ء: سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ، ناظم جلسہ سالانہ اندرون شہر، شہزادہ ویلز کو تحفہ پیش کرنے والے وفد کے رکن۔

☆1923ء: سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ، رکن وفد برائے ملاقات گورنر پنجاب

☆1924ء: حضرت مصلح موعود کے سفر مغربی ممالک کے وقت مجلس شوریٰ کے رکن۔

☆1925ء: قائمقام افسر بہشتی مقبرہ اور پھر سیکرٹری بہشتی مقبرہ ہوئے اور تا وفات اس عہدہ پر فائز رہے۔

☆1927ء: قائمقام ناظر تعلیم وتربیت

☆1930-31ء ، 1931-32ء افسر صیغہ جائیداد

(رفقائے احمد جلد 2 صفحہ 50 تا 52 حاشیہ)

خلافت اولیٰ اور ثانیہ میں آپ کو بارہا امام الصلوٰۃ ہونے اور خطبات جمعہ کے علاوہ درس دینے کا موقع بھی ملتا رہا۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کے قادیان سے باہر ہونے کی صورت میں آپ کو متعدد بار امیر مقامی قادیان ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ ایک اور سعادت جو آپ کے حصہ میں آئی وہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کے دو نکاح پڑھے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 2 صفحہ 109)

قلمی خدمات

خلافت اولیٰ کے اواخر میں خلافت کے متعلق ایک طبقہ نے خیالات فاسدہ کی اشاعت کا آغاز کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہٗ نے پورے زور سے ان کا ابطال اور تردید کی۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب بھی اس جہاد میں شرکت کرنے والوں میں سے صف اول میں تھے جو آپ کی خلافت سے محبت کی آئینہ دار ہے اور آپ کے نزدیک خلافت کا مقام نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔ آپ نے متعدد تصانیف اور مضامین کے ذریعہ سے خلافت کے ساتھ اپنی محبت کا ثبوت دیا اور مخالفین کو دندان شکن جواب دیئے۔

(رفقائے احمد جلد 5 حصہ دوم صفحہ 155 تا 160)

حصہ سوم

اخلاق عالیہ

عبادت

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب فنافی اللہ وجود تھے۔آپ کی عبادت ایک خاص مقام رکھتی تھی جس میں انتہائی سوز وگداز ہوتا تھا۔آپ کی نمازیں لمبی ہوا کرتی تھیں۔جن میں آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ بیت مبارک قادیان میں آپ ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھے نظر آتے تھے اور نماز سے کافی پہلے آ کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔آپ باجماعت نماز کی اس قدر پابندی فرماتے کہ خواہ کیسے ہی حالات ہوں، کیسا ہی موسم ہو، آپ حتی المقدور بیت الذکر پہنچتے۔آپ کی عبادت کا نقشہ چوہدری محمد شریف صاحب سابق مربی مغربی افریقہ وبلاد عربیہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

آپ کی زندگی نہایت سادی اور درویشانہ تھی۔آپ کی شخصیت میں ریاکاری، نمود ونمائش اور تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔سستی اور کاہلی آپ کے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔ پانچوں نمازیں (بیت) مبارک میں ادا فرماتے تھے۔مینہ ہو، آندھی ہو، اندھیری رات ہو، سخت دھوپ ہو، جلسہ ہو، جلوس ہو، مشاعرہ ہو، مناظرہ ہو، عام تعطیل ہو یا خاص آپ نماز کھڑی ہونے سے بہت دیر پہلے اپنے مقررہ وقت پر اپنی مقررہ جگہ پر موجود ہوتے تھے۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 175)

اسی طرح مکرم مولوی خلیل الرحمٰن بیان کرتے ہیں:

’’آپ (بیت) مبارک میں ہمیشہ اول صف میں بیٹھا کرتے تھے اور دو رکعت نماز تحیّۃ (البیت) کے طور پر ضرور پڑھتے تھے۔سخت سردی اور سخت گرمی اور بارش بھی باجماعت ادائیگی نماز میں روک نہ بنتی تھی۔ بلکہ بسا اوقات سخت بخار کی حالت میں بھی آپ (بیت) میں تشریف لے آتے تھے۔ایک مرتبہ آپ کو سخت بخار تھا تو حضور ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر خاکسار کے والد محترم عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم درویش اور ایک اور دوست نے سہارا دے کر گھر پہنچایا۔‘‘

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 21)

آپ کی نمازیں خشوع وخضوع اور سوز وگداز سے بھرپور ہوا کرتی تھیں۔آپ کی نمازوں میں ایک خاص محویت اور انہماک ہوتا۔جس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب پہلے تو سورت فاتحہ تلاوت فرماتے ہیں اس کے بعد اس کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں۔ازاں بعد بامحاورہ ترجمہ اور اس کے بعد وہ اس کی تفسیر میں محو ہو جاتے ہیں۔آپ کی محویت اور انہماک کا عجیب عالم تھا۔میں نے سینکڑوں نمازیں آپ کی اقتدا میں ادا کیں اور ان میں ایک خاص لطف پایا۔

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 25)

آپ نوافل بڑے اہتمام سے اور باقاعدگی سے ادا کرتے تھے بسا اوقات رات کا بیشتر حصہ نوافل کی ادائیگی میں گزار دیتے۔چنانچہ مولوی احمد خان صاحب نسیم کا بیان ہے:

''بہت عبادت گزار تھے اور قیام اللیل میں تو میرا مشاہدہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک دفعہ سویا ہوا تھا تو میں تو حضرت مولوی صاحب کو جب بھی میری آنکھ کھلتی نماز میں مشغول پاتا۔ آپ اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہے ہوتے۔ جو صحن بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے ساتھ ملحق تھا اور یہ حال سارا رمضان کا مہینہ ہوتا تھا۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 23)

نماز باجماعت کی ادائیگی پر آپ سختی سے پابند تھے خواہ کیسے ہی حالات ہوں۔ آپ باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے بیت الذکر پہنچتے۔ مکرم مولوی سلیم اللہ صاحب فاضل تحریر کرتے ہیں:

''مجھے 1911ء سے 1927ء تک قادیان میں قیام کا موقع ملا۔ آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کو باجماعت نماز کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ (نداء) ہوگئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے (بیت الذکر) چلے گئے۔ بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہوگی۔ اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 82)

خلافت سے محبت

مکرم مولانا ارجمند خان صاحب سابق وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ آپ کی خلافت سے محبت اور تعظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(بیت) مبارک میں نماز ظہر یا نماز عصر کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تشریف فرما ہوتے تو حضور کے پُر مغز اور پُر معارف کلام کو سننے کیلئے سامعین مؤدبانہ طور پر ہمہ تن گوش ہوتے تھے اور حضرت مولانا صاحب کی یہ عادت تھی کہ آپ کے ہاتھ میں رومال ہوتا تھا جس سے کسی مکھی کو آپ حضور کے جسم مبارک پر نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ اس سے مجھ پر یہ اثر تھا کہ آپ کو منصبِ خلافت کی عظمت کا بہت خیال ہے۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 54)

مرکز سلسلہ سے محبت

آپ کی سیرت کا ایک نمایاں وصف آپ کا مرکز سلسلہ سے محبت کرنا تھا۔ قادیان کی خاطر آپ نے اپنے عزیز واقرباء اور دنیوی اموال کو رد کیا اور خلیفۃ المسیح کی صحبت میں رہ کر دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ آپ کے صاحبزادے سید مبارک احمد سرور صاحب اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

''تایا جان حضرت سید محمد صادق صاحب مرحوم نے حضرت والد صاحب کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری دو لڑکیاں جوان ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ بڑی بیٹی کی

شادی عزیز سید مبارک احمد سے کر دوں آپ عزیز کو میرے پاس کشمیر بھیج دیں تا کہ وہ بھی یہاں کے حالات دیکھ لے۔'' جب سید مبارک احمد صاحب سرور کشمیر ان کے پاس گئے تو ان کے تایا جان ان سے کہنے لگے کہ'' میری عمر کا آخر ہے نرینہ اولاد کوئی نہیں میری یہ خواہش ہے کہ آں عزیز کو بطور خانہ داماد یہاں رکھوں۔ اس طرح میری جائیداد خاندان سے باہر جانے سے محفوظ رہے گی اور تم مستقل طور پر یہاں رہائش رکھو تا کہ میرے بعد جائیداد کے مالک بنو۔''

(رفقائے احمد جلد 5 حصہ سوم صفحہ 80)

صاحبزادہ سید مبارک احمد سرور صاحب نے یہ سارا معاملہ اپنے والد صاحب کے سامنے رکھا تو اس پر والد صاحب نے جو کہا اس کا ذکر آپ یوں کرتے ہیں:

''حضرت والد صاحب کا جواب آیا تو سخت غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ جس کا لُبِّ لباب یہ تھا کہ تم کو شرم آنی چاہیے کہ تمہارے والد نے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے مسیح کی خاطر اپنا وطن اور اقارب کو چھوڑ چھاڑ کر قادیان ڈیرہ آ جمایا اور دنیوی حرص وآس کو خیر باد کہتے ہوئے پشاور کالج کی اعلیٰ ملازمت ترک کر دی اور قادیان میں پندرہ روپے کی ملازمت قبول کر لی اور آج تک اپنے بھائیوں سے جدی جائیداد کا حصہ یا اراضی کا غلہ نہیں لیا۔ حالانکہ میرا بھی ویسا ہی حق تھا جیسا کہ ان کا تھا۔ لیکن مجھے تم پر افسوس ہے کہ تم دین چھوڑ کر دنیا کی طرف جانا چاہتے ہو۔ حالانکہ تمہیں میری طرح دین کو دنیا پر مقدم رکھنا چاہیے تھا۔ تم فوراً قادیان واپس آ جاؤ۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 80)

نورِ فراست

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو ایسی فراست عطا فرماتا ہے کہ جس سے وہ بعض امور پر قبل از وقوع اطلاع پا لیتے ہیں۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب بھی ایسے ہی خدا رسیدہ بندے تھے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نورِ فراست سے سرفراز کئے گئے تھے۔ جس کی ایک مثال آپ کا حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) کے بچپن میں ہی آپ کو مستقبل میں ایک عظیم الشان وجود کے طور پر دیکھنا ہے۔ چنانچہ مولانا شریف احمد صاحب سابق مربی بلاد مغربی افریقہ و بلاد عربیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے:

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (ایدہٗ اللہ تعالیٰ) ابھی بچے ہی تھے اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم پاتے تھے اور میں بھی مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھایا کرتا تھا اس وقت میں نے خواب میں دیکھا (جس کا مفہوم یہ ہے۔ خواب میں کشتی وغیرہ بنانے اور اس کا ناخدا بنانے کا ذکر تھا) کہ آپ کی بہت بڑی شان ہوگی۔ اس وقت سے لے کر آخر تک میں جب آپ والی کلاس میں جاتا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی وہاں موجود ہوتے تو میں کرسی پر نہیں بیٹھتا تھا بلکہ کھڑا ہو کر ہی پڑھایا کرتا تھا اور اس بات کو سوءِ ادب خیال کیا کرتا تھا کہ میں آپ کے سامنے کرسی پر بیٹھوں اور یہ خواب میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو انہی دنوں میں سنا دیا تھا اور کہا تھا صاحبزادہ صاحب! اس وقت ہمارا بھی خیال رکھنا۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 167-168)

آپ کا یہ ادب واحترام صرف درس و تدریس تک ہی محدود نہ تھا بلکہ زندگی کے ہر

شعبہ میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کے وجود کی علوشان کی وجہ سے محتاط رہتے کہ کہیں عزت نفس میں کمی واقع نہ آجائے چنانچہ مولوی سلیم اللہ صاحب فاضل بیان کرتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ خلافت اولیٰ میں آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کو گول کمرے میں سبق پڑھاتے تھے اور میں وہاں آپ کیلئے قہوہ لے کر جاتا۔ جب میں دروازہ پر دستک دیتا تو صاحبزادہ صاحب اٹھ کر دروازہ کھولتے اور قہوہ کی ٹرے پکڑ لیتے اور مولوی صاحب کے سامنے رکھ دیتے۔ مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ جب قہوہ لاؤ۔ السلام علیکم کہو اور آواز دو تاکہ میں آواز پہچان کر خود اٹھ کر ٹرے لیا کروں۔ لیکن باوجود اس کے بعض دفعہ صاحبزادہ صاحب ہی قہوہ پکڑ لیتے۔ اس پر مولوی صاحب نے مجھے قہوہ وہاں پہنچانے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ چونکہ صاحبزادہ صاحب بعض دفعہ ٹرے پکڑ لیتے ہیں مجھے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپ عالی شان وجود ہیں اور انبیاء کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 83،84)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب ایک موعود بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے اس کی علامات کا بھی اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر ذکر فرمایا تو حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے ہی اس یقین پر قائم تھے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی مصلح موعود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میرا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی مصلح موعود ہیں۔ میں نے انہی دنوں میں اس پیشگوئی پر اچھی طرح غور کیا تھا۔ اس غور کے نتیجہ میں مَیں اس اعتقاد پر پہنچا تھا کہ

مصلح موعود آپ ہی ہیں۔''
(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ دوم صفحہ 150)

اندازتربیت

پیارے بچو! حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب بچوں کی تربیت محبت اور پیار سے فرماتے اور اس طور سے سمجھاتے کہ انہیں احساس رہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی بچے ہیں اور اس طرح ہمارا رویہ عام بچوں سے الگ ہونا چاہیے۔ چنانچہ مکرم شیخ یوسف علی صاحب عرفانی بیان کرتے ہیں:

''کسی بات پر ایک سکھ لڑکے نے ایک اور احمدی بچے کو گالی دے دی۔ احمدی بچے نے بھی وہی الفاظ دہرا دیئے۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے سُن لیا اور پوچھا کہ بچے تم کس کے بیٹے ہو؟ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے۔ میں نے بتا دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بیٹا! تم احمدی باپ کے بیٹے ہو۔ گالی دے رہے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں توبہ کرو۔ وہ کچھ سہم سا گیا تھا۔ اس نے کہا اس نے پہلے مجھے گالی دی تھی۔ آپ نے فرمایا: ہم احمدی ہیں۔ تم ابھی بچے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ لوگ ہمیں کس قدر گالیاں دیتے ہیں۔ ہم صبر کرتے ہیں۔ تم بھی صبر کرو۔''

(رفقائے احمد جلد نمبر 5 حصہ سوم صفحہ 18،19)

پیارے بچو! ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں ان بلند شان بزرگوں کی طرح خلافت کا سچا عاشق اور اطاعت گزار بنائے، ہمیں ہر لحظہ نیکی کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور ہم احمدیت کا سچا چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہوں۔ (آمین)

نام کتاب .... حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب
طبع .... اوّل